

از حضرت مولانا حفظ الرحمن سید ہادی



اسلامی معاشیات کے نام سے مضامین کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس میں اسلام اور دوسرے معاشی نظاموں، موجودہ معاشی مسائل اور مشکلات اور اسلامی نقطہ نگاہ سے ان کا حل اور اسلام کے اقتصادی نظام کے مختلف پہلوؤں پر جدید اور نئے نئے افکار پیش کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔
— ادارہ —

اسلام میں تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد

تجارت کو اقتصادی نظام کا اہم جز قرار دینے اور اپنے نظام میں تجارتی سہولتیں اور جائز آسانیاں بہم پہنچانے کے باوجود اسلام کا اقتصادی نظام ان تمام بدعنوانیوں کا سد باب کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ جو درحقیقت اقتصادی نظام کے مقصد اور نصب العین کو تباہ و برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اور تجارت کے نام سے عام بدعالی اور قابل نفرت سرمایہ داری کو فروغ دیتی ہیں۔ اقتصادی نظام کو برباد کرنے اور اسکو کھوکھلا بنانے میں بدعنوانیوں کی جس قدر بھی تفصیلات و جزئیات ہو سکتی ہیں وہ صرف دو دنیاؤں پر قائم ہیں۔ اسلام نے اپنی اصلاح میں ان کو دو خصوصی نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۔ احتکار

۲۔ اکتناز

احتکار سے مراد یہ ہے کہ دولت سمٹ کر کسی ایک ہی طبقہ میں محصور و محدود ہو جائے۔ اور اکتناز کے معنی یہ ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کے پھیلاؤ اور تقسیم کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ اسلام نہ اس کو منظور کرتا ہے۔ اور نہ اس کو، اس لئے وہ ہر معاشی و اقتصادی شعبہ میں ان دونوں کے خلاف قانون سازی کے ذریعہ جہاد کرتا اور ان دونوں ملعون راہوں کو بند کرتا ہے۔

احتکار کے سلسلہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ملاحظہ ہو :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "اگر کوئی شخص اپنے مال کو دوسروں کے سامنے چھپا دے گا تو میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔"

من احتكر فهو خاطى و فنى روايته
احتكار كرسنه والا خفا كا ربه اور ايک جگہ
المحتكر ملعونہ۔
فرمایا کہ اس پر خدا کی پھٹکا رہے۔

نقہ میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ”غلہ“ وغیرہ کو بہت بڑی مقدار میں اس سے
خریدے کہ بازار گراں ہو جائے اور پبلک میں اس چیز کی مانگ کا مرکز صرف وہی بن جائے اور پبلک
اس کے مقررہ نرخ پر مجبور ہو جائے۔ اور وہ من رمانی گراں فروشی کر سکے۔
اس احتکار کی مثال کے لئے اس زمانہ میں زیادہ کچھ وکافت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔
مہاجنوں کا گروہ جو کاشتکاروں کو قرض کے نام سے سود پر روپیہ دے کر ان کی کمائی کو ”غلہ“ کی شکل
میں ”دستبرد کرتا اور ان سے ارزاں نرخ پر خرید کر کھیتوں (غلہ کے خزانوں) میں بھر رکھتا ہے۔ اور اس
طرح ارزاں دگرانی کا کفیل بن جاتا ہے۔ ”احتکار“ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس گروہ کے اس عمل سے
کاشتکار اور عوام الناس جس قدر پریشان ہوتے اور بعض برسوں میں اقتصادی بد حالی کے شکار
ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ بد ہندوستان کے باشندوں کے سامنے شاہد عدل ہے۔
سودہ لین دین کے بعد اگر کوئی معاملہ عام بد حالی کا باعث ہے، تو وہ یہی تجارتی کاروبار
ہے۔ جو اجناس و اشیاء کے احتکار کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

”احتکار“ کی دوسری جہتی ”قمار“ ہے۔ اس سے ہماری مراد صرف ”جوئے“

قمار یا سٹہ

کی وہ عام شکل نہیں ہے جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے۔ بلکہ تمام صورتیں
اس میں شامل ہیں۔ جو تجارت کے نام سے کی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں قمار ہی کی قسمیں کہلاتی ہیں مثلاً
”سٹہ“ آپس اگر کاروبار سے واقف ہیں تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تجارتی جوا ملک کے اقتصادی
نظام کو کس طرح تباہ اور پرانگندہ کرتا اور بغیر محنت نفع حاصل کرنے کے لالچ میں کس طرح ہزاروں
گھروں کو خانماں برباد کر کے چھوڑتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اسکی بہت سی شکلیں رائج تھیں۔ مثلاً
”لامتہ“، ”منابذہ“، ”بیع حصاة“ وغیرہ۔ لامتہ کا طریقہ تھا کہ بائع و مشتری کے درمیان یہ طے ہو
جاتا تھا کہ بغیر دیکھے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے مشتری جس کپڑے یا شے کو چھوے گا۔ وہ اس
کا مالک ہے۔ اور منابذہ میں یہ طے ہوتا تھا کہ جو کپڑا یا شے بائع و مشتری کی جانب پھینک دیگا
وہ بغیر معاملہ کے مشتری کی چیز سمجھا جائے گا۔ اور بیع حصاة یہ ہوتی تھی کہ متعدد اشیاء فروخت
کے نام سے رکھ دی جائیں اور لوگ ٹھکری یا اسی قسم کی کسی شے کو اسکی طرف پھینکیں جس چیز کو وہ
ٹھکری چھو جائے خواہ وہ کسی قیمت کی ہو مشتری کی ملکیت ہو جائے گی۔ موجودہ وعدہ ترقی کے

مہذب تجارتی جوئے لاٹری اور ریس سب اسی قسم کے معاملات میں داخل ہیں۔

اسلام ان کو "میسر" قرار دیتا ہے۔ اور اس قسم کے تمام معاملات کو اصول تجارت کیلئے تباہ کن سمجھتا، اور معاشرتی تباہی کا پیش خیمہ یقین کرتا ہے۔ اور ان باتوں کے علاوہ سوسائٹی کے اخلاق اور کیرکٹر کیلئے باعث ذلت و رسوائی جانتا ہے۔

کیونکہ یہ معاملات اکثر جنگ و جدل کا باعث بنتے ہیں۔ مراسا، رواداری، ہمدردی اور مروت کو تباہ اور دوسرے کی تباہی میں اپنا فائدہ سمجھنے کی ترغیب دے کر انسانی جوہر کو برباد کرتے ہیں۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ

فِيهِمَا اشْرَكَبِيرٌ - (بقرہ)

فرما دیجئے ان دونوں چیزوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔

انما الخمر والميسر والانساب والاکام حبس

من عمل الشیطن فاجتنبوا - (مائہ)

بلاشبہ شراب، جوا، بت، پانسے یہ سب

سراسر نجاست ہیں۔ اور کارِ شیطان ہیں۔

پس تم ان سے بچو۔

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم

العداۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر

ولیصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

فعلی انتم منتہوۃ - (مائہ)

اور جب کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اور اسکی معیشت باہمی تعاون کے بغیر ناممکن ہے۔ تو حق تعالیٰ نے باہمی تعاون و معاونت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی معاملہ اس طرح کیا جائے جس میں نہ صحیح بدلہ موجود ہو اور نہ باہمی تعاون پایا جاتا ہو، بلکہ دوسرے کو نقصان دے کہ نفع حاصل کرنا مقصود ہو۔ جیسے "قمار" یا اس میں صحیح رضامندی موجود نہ ہو۔ جیسے سود تو یہ تمام طریقے باطل اور ظلم ہیں۔ اور ایسے معاملات ناجائز اور حرام ہیں بلکہ

بہر حال اسلام کے اقتصادی نظام میں اس قسم کے تمام تجارتی کاروبار کے لئے مطلق کوئی جگہ نہیں ہے۔ جو یا صریح "قمار" ہوں۔ اور یا ان کی تہ میں مالی ترقی کا وہی جذبہ کارفرما ہو جو "قمار" میں پایا جاتا ہے اور اگر علم الاقتصاد اور علم الاخلاق دونوں کے ماہرین سے اس بارہ میں دریافت کیا جائے تو بغیر کسی اختلاف کے وہ بھی یہی رائے دیں گے۔ بلکہ رائے دے چکے ہیں کہ "قمار" کی قسم کے تمام معاملات اجتماعی زندگی اور سوسائٹی کے لئے تباہ کن ہیں بلکہ

غرض احتکار کی یہ دوسری قسم ہے جو اس لئے ممنوع ہے کہ یہ بھی دولت اور سرمایہ کو بعض افراد یا گروہ میں مخصوص کر دینے کا باعث بنتی اور ایک کو تباہ و برباد کر کے دوسرے کے فائدے کی صورت نکالتی ہے۔ اور یہ اخلاق اور انسانیت کی نگاہ میں سب سے بڑا جرم اور سوسائٹی کی نظر میں ناقابل معافی گناہ ہے۔

احتکار کی سب سے ملعون قسم "سودی لین دین" ہے جس اقتصادی نظام میں اس کا عمل **سود** دخل ہے، وہ یکسر برباد اور تباہ ہے، یہ کروڑوں انسانوں کو مفلس و محتاج بنا کر ایک مخصوص طبقہ میں دولت کو سمیٹا اور ان کو اس کا واحد اعبارہ دار بنا دیتا ہے۔

ابتداء عالم انسانی سے ہمیشہ دو نظریے کارفرما رہے ہیں ایک "عادلانہ نظام کا نظریہ" اور دوسرا "سرمایہ دارانہ نظام کا نظریہ"۔

پہلے نظریہ کا مطالبہ یہ ہے کہ انسانوں میں ایک ایسا اجتماعی نظام قائم ہو جس میں نہ بڑے بڑے کروڑپتی ہوں اور نہ مفلس و محتاج طبقے بلکہ ایک طرح کی درمیانی حالت ہو جس میں معیشت کے درجات کا فطری تغاوت اگرچہ موجود ہو لیکن حق معیشت کی مساوات ضرور قائم رہے وہ اس کا طالب نہیں ہے کہ سب کی معیشت کے سامان ایک ہی طرح کے ہوں۔ لیکن اس کا ضرور خواہش مند

ہے کہ سب کو حسب ضرورت ملے اور ترقی و سعی کی راہیں سب پر یکساں طور پر کھلی ہوں۔

حق اور خدا کے فرستادہ سچے ماسبب اسی نظریہ کے داعی رہے ہیں۔ اور اسلام نے اسی نظریہ کو کامل اور مکمل نقشہ کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

دوسرے نظریہ کا مطالبہ یہ ہے کہ دنیا کے کارخانے میں قدرت کے ہاتھوں نے معاشی نقطہ نظر سے انسانی مخلوق کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ کچھ خدائی اور آقائی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور کچھ بندگی اور محکومی کے لئے۔ اسی طرح قدرت کا یہ منشاء ہے کہ بعض انسانی گروہ دولت و ثروت کے مستقل اہلکار ہوں۔ جائز و ناجائز طریقوں سے دولت کو فراہم کریں۔ اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص کر لیں اور بعض طبقے مفلس، محتاج، دیروز گر، اور نان جوئیں سے ہمیشہ مجبور و مقہور رہیں اور تفاوت درجات کے اس ہولناک فرق کو اعتدال پر لسنے کا کسی کو بھی حق نہ ہو۔ یہ نظریہ طاغوتوں اور آدم و شیاطین کا ہے۔ اور ان کے اس نظریہ کی عملی کامیابی کی سبب سے بڑی بناء یہی ”ہیاجی سود“ ہے جو مہذب اور غیر مہذب شکلوں میں بڑے بڑے گروہوں اور جماعتوں کا خون چوس کر ایک پھوٹی جماعت کو قارون کا خزانہ بناتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق میں سے ایک کو دوسرے کا محکوم بناتا ہے۔ بہر حال ”سود“ ملعون سرمایہ داری کا ہمیشہ سے بہت بڑا پشت پناہ رہا ہے۔

اسلام کی دعوت کا مرکز اولین ”عرب“ بھی اس لعنت میں گرفتار تھا۔ اور مشرکین عرب تجارت ”اور سود“ میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ اور ہندوستان کے ہاجتوں اور دنیا کے سود خوار یہودی گروہوں کی طرح وہ بھی اس لین دین کو اپنی فرزانگی اور بیدار مغزی کا ہنر جانتے تھے۔

قالوا انما البیع مثلہ الربو (بقہ) یہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت اور تجارتی کاروبار اسی طرح کی چیز ہے جیسا کہ سود کا لین دین۔

گویا ان کی نگاہ میں ”سود“ کا کاروبار ایسا بیع کا رو بار تھا کہ وہ بیع و شرا اور تجارتی لین دین کے جواز کے لئے اسکو دلیل بناتے تھے۔ چہ جائیکہ اسکو ناجائز اور حرام سمجھتے، یا محذرت کے غلو پر یہ کہتے کہ جس طرح تجارت درست ہے، اسی طرح سودی لین دین بھی کیوں درست نہ ہو؟ اگر آج بھی سود خوار جماعتوں سے سود کے جواز میں دلیل طلب کر دگے تو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ان کا وہی جواب ہوگا جو ان کے پیشروؤں نے دیا تھا۔